سید محمد معاویہ بخاری

سانحۂ نشتر پارک......ذمہ دار کون ہے؟

ایک دوسرے سے نفرت وعداوت رکھنا انسانی جبلت کا حصہ ہی سہی مگر کوئی شخص یا کوئی گروہ وحشت ودرندگی کی اس حد تک بھی جاسکتا ہے کہ احترامِ آدمیت کی تمام حدود پامال ہوتی چلی جائیں اور وہ اپنے ہی جیسے گوشت پوست کے انسانوں کا خون پینے لگے؟ یہ ہولناک عمل کسی جنگل کا رواج اور حیوانی ورثہ تو کہلاسکتا ہے لیکن اسے مہذب انسانی معاشرے کا چلن ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ جنگل کا ہی قانون ہے، جہاں درندے بے ضرر اور کمزوروں کو چیر پھاڑ دیتے ہیں جبکہ تہذیب وتمدن کا موجد کہلانے والا انسان ایسے بے رحم رویے کو حیوانی جبلت سے موسوم کر کے خود کو سر بلند رکھنے اور فخر وامتیاز کی دستار سجانے کی کوشش کرتا ہے مگر کیا یہ سچ نہیں ہے کہ انسان نے بھی شقاوت وبے رحمی کے اوزاروں سے اپنے بھائی بندوں کے جسم نوچ ڈالے ہیں؟ کیا عبادت گاہوں، اجتماعی مجلسوں، بھرے بازاروں اور بارونق چوراہوں میں بکھرے ہوئے، کٹے جلے بے شناخت وجود اور تباہی وبربادی کے ہولناک مناظر یہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں کہ جنگلی درندوں کی معروف وحشت مآبی سفاک انسانوں سے مات کھا گئی ہے۔

کم از کم ۱۲؍ربیع الاوّل کے دن کراچی کے نشتر پارک میں رونما ہونے والا سانحہ تو یہی ثابت کررہا ہے کہ شرف آدمیت جو انسانوں کا ہی طرۂ امتیاز تھا، وہ اس سے محروم ہوچکے ہیں۔ ۱۲؍ربیع الاوّل کے دن نشتر پارک میں ہونے والا اجتماع جو فخر انسانیت رسول اللہ ﷺ کی یاد میں منعقد کیا گیا تھا۔ سفاکوں نے اسے مقتل بناڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ہماری ملکی تاریخ کا بدترین سانحہ تھا جس میں کم وبیش ۶۰ افراد جاں بحق اور ۸۰ کے قریب زخمی ہوگئے۔ آج اس المیے کو بیتے کئی روز گزر چکے ہیں لیکن پورے ملک میں پھیلی سوگواری کم نہیں ہوسکی ہے۔ خوف ودہشت کا آسیب ہے جس نے پوری قوم کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ ملکی سلامتی کے ذمہ داروں نے اس واقعہ کے حوالہ سے گو کہ اپنی تحقیقات کا آغاز کردیا ہے اور سانحہ کے اسباب ومحرکات جاننے کی کوشش کی جارہی ہے۔ لہٰذا اس وقت تک کوئی حتمی رائے اور یقینی بات نہیں کہی جاسکتی۔ جب تک کہ تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوکر اصل ذمہ داروں تک نہیں پہنچ جاتا۔

کراچی شہر میں ایک عرصہ سے مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات کا قتل عام ہورہا ہے۔ مدیر ہفت روزہ ''تکبیر'' جناب محمد صلاح الدین، حکیم محمد سعید، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، ڈاکٹر حبیب اللہ مختار اور ان کے رفقاء مفتی نظام الدین شامزئی، مفتی محمد جمیل خان، مولانا عتیق الرحمٰن اور ان کے ساتھی اور نہ جانے کتنے معروف ومحبوب لوگ تھے جو گزشتہ برسوں کے دوران دہشت گردی کا نشانہ بنے۔ اسی طرح مختلف مکاتبِ فکر کی عبادت گاہیں بھی مشقِ ستم کا نشانہ بنیں اور ان میں ہونے والے بم دھماکوں میں بھی سینکڑوں بے گناہوں کا خون بے رحمی سے بہایا گیا۔ ہر واقعہ کے بعد تحقیقاتی ایجنسیاں سرگرم ہوئیں۔ نگران کمیٹیاں بھی بنیں مگر بات کسی نتیجہ تک نہ پہنچ سکی۔

البتہ اگر کچھ ہوا تو صرف یہ کہ نادیدہ قوتوں نے تحقیقات کا رخ بڑی مہارت سے ایک خاص سمت کو

موڑ دیا۔۱۲ربیع الاوّل کے سانحہ سے چند روز قبل کراچی کے ایک مذہبی رہنما پر بھی حملہ ہوا تھا۔جس میں ان کا بیٹا اور محافظ زخمی ہو گئے تھے۔اس واقعہ کے بعد ملک بھر کے سنجیدہ حلقوں نے تشویش ظاہر کرتے ہوئے حکومت کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کروائی تھی کہ ملک دشمن عناصر ایک بار پھر فرقہ وارانہ فسادات کی سازشیں کر رہے ہیں لیکن شاید اعلیٰ سطح پر کہیں بھی اس کا نوٹس نہیں لیا گیا۔اس کے بعد دعوتِ اسلامی کراچی کے زیر اہتمام منعقدہ خواتین کے اجتماع میں ۳۰ سے زائد خواتین اور معصوم بچے سمجھ نہ آنے والی بھگدڑ کا نشانہ بن جاتے ہیں لیکن یہ واقعہ بھی اتفاقی حادثہ قرار پایا جبکہ ۱۲ربیع الاوّل کو نشتر پارک میں سنی تحریک کی پوری قیادت کو خون میں نہلا دیا گیا۔حاجی حنیف بلور، حافظ محمد تقی، مولانا عباس قادری، افتخار بھٹی، اکرم قادری، ڈاکٹر عبدالقدیر عباسی، جامعہ امجدیہ کے شیخ الحدیث مفتی افتخار احمد سمیت ۱۵ سرکردہ مذہبی، سیاسی وسماجی شخصیات دہشت گردوں کا مرکزی ہدف تھیں۔میڈیا پر جاری ہونے والی ابتدائی اطلاعات کے مطابق صوبائی وزیر داخلہ رؤف صدیقی نے ۱۲ربیع الاوّل کے روز ہونے والے اجتماعات کے پیش نظر ریڈ الرٹ کا اعلان کیا تھا۔گورنر سندھ ڈاکٹر عشرت العباد کے بقول انہوں نے شہر بھر میں ہونے والی تقریبات کو پر امن اور محفوظ بنانے کے لیے سیکورٹی کے فول پروف انتظامات کیے جانے کے احکامات جاری کیے تھے۔صوبائی وزیر داخلہ نے پریس کانفرنس میں بتایا ہے کہ نشتر پارک میں اجتماع کے لیے بنائے گئے اسٹیج کو مکمل سیکورٹی کلیئرنس کے بعد ہی جلسہ کی انتظامیہ کے سپرد کیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود نہ صرف بم دھماکہ ہو گیا بلکہ ملکی تاریخ میں ہونے والی سابقہ خونریزی اور جانی نقصان کا ریکارڈ بھی ٹوٹ گیا۔

اس سانحہ کے اثرات بہت شدید اور مہلک ثابت ہو سکتے تھے لیکن دینی رہنماؤں کی اعلیٰ ظرفی، جذبۂ حب الوطنی اور باہمی اتفاق واتحاد بہر قیمت بحال رکھنے کے عزم اور صبر وتحمل کی اپیل نے حالات کو سنگین نوعیت سے بچالیا ہے۔اس دانشمندانہ طرز عمل نے ملک کے دینی طبقات کو نہ صرف باہمی تصادم سے محفوظ رکھا ہے بلکہ دائرہ انسانیت سے خارج شرپسند اور دہشت گرد عناصر کے مذموم عزائم کو بھی پوری طرح ناکام بنا دیا ہے۔دوسری طرف ملک وقوم کے ہمدرد اور امن خواہ لوگ سوال بھی کر رہے ہیں کہ چند روزہ عارضی سکوت کے بعد ملک کی فضائیں دھماکوں سے کیوں لرز اٹھتی ہیں؟ حفاظتی انتظامات مکمل اور فول پروف ہونے کے دعوؤں کے باوجود تخریب کار کیسے کامیاب ہو جاتے ہیں؟ بارود اور کٹے جلے انسانی اعضاء کی بو سے تسکین پانے والے خونخوار عفریت کسی شکنجے میں کیوں نہیں آتے؟ باہمی اتحاد واتفاق کی مبارک کوششوں کو افتراق اور انتشار کے جال میں کون الجھا دیتا ہے؟ الیکٹرانک میڈیا پر نشر ہونے والے مختلف پروگراموں کے شرکاء اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ سانحۂ نشتر پارک کسی مسلکی منافرت یا فرقہ وارانہ چپقلش کا شاخسانہ نہیں تھا۔علامہ شاہ تراب الحق قادری، مولانا مفتی منیب الرحمٰن جیسی ممتاز شخصیات نے برملا کہا ہے کہ یہ واقعہ اتحاد بین المسلمین کو پارہ پارہ اور ملک کا امن تباہ کرنے کی گھناؤنی سازش تھی۔سُنی تحریک کے نومنتخب عہدیداران نے بھی اپنی پریس کانفرنس میں اس تاثر کو غلط قرار دیا ہے کہ کوئی فرقہ وارانہ مسلک مخالف کارروائی تھی۔

سانحہ نشتر پارک کے حوالہ سے بعض قومی اخبارات وجرائد میں تجزیہ نگاروں نے صدر پرویز مشرف، وزیر اعظم شوکت عزیز اور وفاقی وزیر داخلہ آفتاب احمد خان شیر پاؤ کو توجہ دلائی ہے کہ جہاں انہوں نے اعلیٰ سطحی ٹیموں کو غیر جانبدارانہ

تحقیقات کا حکم دیا ہے وہاں اس بات کو بھی ملحوظ رکھا جائے کہ سانحہ میں سنی تحریک کی پوری قیادت ختم ہوئی ہے، جس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ دہشت گردوں کا اصل ٹارگٹ سنی تحریک کے مرکزی قائدین ہی تھے۔ سنی تحریک کے رہنماؤں نے بھی اسی حوالہ سے اپنی پریس کانفرنس میں بتایا ہے کہ ہمارے مرکزی قائدین کو دھمکی آمیز فون اور دیگر ذرائع سے ایسے پیغامات مل رہے تھے جن میں واضح طور پر کہا جا رہا تھا کہ ان کی جان کو خطرہ ہے۔ سنی تحریک نے اس صورت حال کے بارے میں حکومت سندھ کو مطلع بھی کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود ان کے لیے ضروری اقدامات نہیں کیے گئے تھے۔ ذرائع ابلاغ تمام مذہبی، سیاسی اور سماجی جماعتوں، تنظیموں کا مشترکہ مطالبہ دہرا رہے ہیں کہ سندھ حکومت کو سانحۂ نشتر پارک کی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے۔ کیونکہ سیکورٹی انتظامات حکومتی دعوؤں کے برعکس انتہائی ناقص ثابت ہوئے۔ جائے حادثہ پر کوئی سیکورٹی اہلکار تعینات نہیں تھا بلکہ دھماکوں سے دو گھنٹے بعد ان کی آمد ہوئی۔ اس دوران مواصلاتی نظام بھی معطل رہا، لوگ اپنے موبائل فونز اور دوسرے ٹیلی فونز سے مختلف ویلفیئر اداروں کو فوری امداد اور ایمبولینس سروس طلب کرنے کے لیے فون کرتے رہے مگر کوئی رابطہ نہ ہو سکا آخر ایسا کیوں ہوا؟ کیا سازش اتنی مربوط و منظّم تھی کہ تحفظ و امداد کا ہر وسیلہ و رابطہ متأثرہ جگہ سے دور یا منقطع کر دیا گیا تھا؟ حکومتی سطح پر تحقیقات ہو رہی ہیں اور اعلیٰ سرکاری حکام اپنے ابتدائی محتاط مؤقف و اعلانات کے برعکس اب پورے وثوق سے کہہ رہے ہیں کہ بم دھماکہ خودکش حملہ آور نے کیا تھا اور یہ بمبار شخص نماز کے دوران اسٹیج کے عین سامنے بنائی گئی صفوں میں سے دوسری صف میں کھڑا تھا، مگر حکومتی نمائندوں کے برعکس جو لوگ زخم خوردہ اور اس سانحہ کے عینی گواہ ہیں ان کا مؤقف بالکل مختلف ہے۔

وہ حکومتی ذرائع کی تیار کردہ خودکش حملہ کی ٹیکنیکل تھیوری سے متفق نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک خودکش حملہ کی تھیوری کئی نقائص کی حامل ہے اور اس کے پیش کرنے کا مقصد تفتیش کے دائرہ کار کو محدود کرنا ہے۔ خودکش حملہ آور کے خدشے کو حتمی اور یقینی بات ثابت کرنے کے لیے سندھ میں حکمران جماعت کے ترجمان مختلف توجیہات پیش کر رہے ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ اس حملے کی کڑیاں براستہ وزیرستان کالعدم تنظیموں تک پہنچتی ہیں۔ میڈیائی مذاکروں میں ہونے والی گفتگو بتدریج ایک سرد جنگ کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ الزامات و نقائص اور ذاتی و جماعتی کوتاہیوں کی نشاندہی پر زور انداز میں اس طرح کی جانے لگی ہے کہ اصل موضوع اور حساس معاملہ کی اہمیت نظر انداز ہوتی نظر آ رہی ہے لیکن جن کے گھر ویران ہوئے ہیں، جن کے بیٹے، بھائی، باپ جدا ہوئے ہیں اور جن کے سہاگ اجڑ گئے ہیں، انہیں ایسے بے لاگ تبصروں، میڈیائی مباحثوں اور مذاکروں سے کوئی سروکار نہیں۔ انہیں تو بس اتنا معلوم ہے کہ ان کی دنیا اندھیر ہو گئی ہے۔ جنہیں دیکھ کر زندہ رہنے کا حوصلہ ملتا تھا وہ آغوشِ لحد میں سما چکے ہیں۔ ان کا ایک ہی مطالبہ ہے کہ مجرم جو بھی ہو اسے قرار واقعی سزا بہرحال ملنی چاہیے۔ ان کے ساتھ انصاف ہونا چاہیے اور آئندہ کے لیے سب کے جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ٹھوس اقدامات ہونے چاہئیں۔ ہم سب دعا کرتے ہیں کہ خدا کرے اب اور سہاگنوں کے سہاگ نہ اجڑیں، اب کسی اور کے بچے یتیم نہ ہوں، اب کسی اور بے قرار ماں کی آہ بکا سنائی نہ دے۔ (آمین یا ربّ العالمین)